بیعت کی شرعی حیثیت

بیان از

(ڈاکٹر) مفتی حماد فضل

خلیفہ مجاز حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتھم

پرنسپل جامعہ طہ

پرنسپل آس ھلپ

نائب مفتی دارالافتاء جامعہ طٰہٰ

چیئرمین دارالنور فاؤنڈیشن

1

نام کتاب: .... بیعت کی شرعی حیثیت

مؤلف: .... مفتی حماد فضل

بارِاوّل: .... مارچ ۲۰۱۸ء

تعداد: ۱۱۰۰

ضبطِ تحریر: .... فخرالزمان ذاکر

ٹائٹل: .... محمد عاطف

کمپوزنگ: .... مولانا بلال جہانگیر

پروف ریڈنگ: .... چیئرمین دارالنور فاونڈیشن

ناشر: .... دارالنور پبلی کیشن ٹیم

ملنے کا پتے

- جامعہ طہٰ اکیڈمی روڈ والٹن لاہور............0304-4155140
- مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار، لاہور
- ادارہ اسلامیات۔ لاہور۔ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور
- مکتبہ الفقیر معہد الفقیر الاسلامی جھنگ
  اکوڑہ خٹک
- داراالاشاعت کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿بیعت کی شرعی حیثیت﴾

الحمد للّٰہ و کفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی

اما بعد

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ فی القرآن المجید

﴿وَّاتَّبِعۡ سَبِيۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ﴾

سبحن ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العلمین

اللّٰھم صلّ علی سیدنا محمد وعلی آل سید نا محمد وبارک وسلم .

﴿ان الدین عند اللّٰہ السلام﴾ اللہ جلّ شانہ کے نزدیک کامیابی کا ذریعہ ،صرف اور صرف فقط اسلام ہے اور دین اعتدال کا نام ہے۔﴿ خیر الامور اوسطھا﴾ بہترین امور وہ ہیں جو درمیانی راستے پہ ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ نماز میں جب ہم ﴿ اِھۡدِ نَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ﴾ مانگتے ہیں، یہ صراط مستقیم بھی اس اعتدال والے راستے کا نام ہے۔

﴿دین اعتدال کا نام ہے﴾

چنانچہ اھل السنّت والجماعت ،صراط مستقیم کے راستے پہ کس طرح ہیں؟ اعتدال پر کیسے ہیں؟ نہ تو یہ اس غلو پر ہیں جو بعض لوگوں کو ہوا کہ انسان اپنے اعمال کے اندر بالکل

مجبور محض ہے۔کچھ بھی نہیں کرسکتا۔پتھر ہے۔اس امت کے اندر بعض لوگ ایسے گزرے ہیں کہ جن کا نظریہ یہ تھا کہ انسان مجبور محض ہے،بس اللہ نے جس کے لیے جو لکھ دیا، جنت کا لکھ دیا اس نے جنت میں جانا ہے اور جس کے لیے جہنم کا لکھ دیا اس نے جہنم میں جانا ہے۔ دوسرا نظریہ یہ ہے کہ انسان مختار کل ہے جو چاہے کرے وہ بالکل آزاد ہے۔ یہ دونوں بالکل extreme end ہیں۔ایک اس end پہ، ایک اس end پہ ہے۔ہم بیچ میں ہیں۔نہ تو ایسا ہے، کہ انسان مجبور محض ہے اور نہ ایسا ہے کہ انسان مختار کل ہے اللہ کے ایک حد تک اس کو اختیار کی آزادی ہے۔اور ایک حد تک مجبور ہے۔اس لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے، پوچھا گیا کہ انسان کو کس حد تک اختیار ہے؟ فرمایا: کہ ایک ٹانگ کھڑی کرلو، ایک ٹانگ کھڑی کرلی، کہا کہ دوسری بھی کھڑی کرلو۔کہا کہ یہ تو نہیں کھڑی کرسکتا، کہا: بس انسان کو بھی اس حد تک اختیار ہے اور اس حد تک مجبور ہے۔

اسی طرح سے ایک، ان لوگوں کا نظریہ ہے جنھوں نے غلو کیا اور اللہ کی محبت میں کہ لیں، اتنا غلو کیا کہ حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا دیا اور ایک وہ لوگ بھی تھے کہ جنھوں نے بالکل ہی سرے سے غلو کرتے ہوئے حضرت عیسی علیہ السلام کا انکار کر دیا۔﴿كُلٌّ اٰمَنَ بَا للّٰهِ وَبِرَسُوۡلِهٖ﴾ ہم ایمان لاتے ہیں تمام رسولوں پر۔غلو بھی نہیں کرتے ہیں۔مانتے ہیں، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں، لیکن اللہ کے بیٹے نہیں ہیں۔

تو دین کی آپ جس تعلیمات کو بھی دیکھیں گے اس میں اعتدال ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاملے میں بھی دو گروہ ہوئے۔ایک انتہا پہ گیا، ایک دوسری انتہا پہ گیا۔ایک وہ لوگ تھے کہ جنھوں نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نعوذ باللہ سرے سے ماننے سے انکار کر دیا، اور ایک وہ لوگ ہوئے ہیں کہ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہکی محبت میں انہوں نے اتنا غلو کیا کہ نعوذ باللہ انہوں نے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکفیر کر دی۔Extreme دو انتہائیں ہیں۔

ہم بیچ میں ہیں۔ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی مانتے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی مانتے ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی مانتے ہیں، تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی مانتے ہیں، سب کا احترام کرتے ہیں۔

اصلاح باطن کے بارے میں دو گروہ

اسی طرح سے امت کے اندر اصلاح کے معاملہ میں بھی دو گروہ ہو گئے ہیں۔ایک وہ گروہ ہوا، ایک وہ لوگ ہوئے ہیں، جنہوں نے اصلاح یعنی باطنی اصلاح اور اس اصلاح کے لئے کسی مصلح کی طرف رجوع کا انکار کیا۔اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ ﴿وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ﴾ کہ ظاہری گناہ بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہ بھی چھوڑ دو۔اب دل میں دنیا کی محبت ہے، غیر اللہ کی محبت ہے، شہوات ہیں، حسد ہے، کینہ ہے، بغض ہے، تو اس کے چھوڑنے کے لیے باطنی محنت کی ضرورت ہے اور اس کی بھی ضرورت ہے کہ کوئی بتائے کیونکہ انسان کو اپنے امراض خود نہیں پتا چلتا۔

اور ایک وہ لوگ ہوئے جو دوسری انتہا پہ گئے اور انہوں نے یہ کہا کہ سب کچھ پیر ہی کرتا ہے۔نماز پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں، روزہ رکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے، بس پیر صاحب نے ہی بخشوانا ہے قیامت کے دن اور پیر صاحب جو کریں، ان کے لئے سب جائز۔ایک وہ غلو تھی اور ایک یہ غلو ہے۔یہ غلو بھی ٹھیک نہیں اور نہ وہ غلو ٹھیک تھا۔تو یہ دو Extreme ہیں۔

ہم بیچ میں ہیں۔چنانچہ ملّا جیونؒ لکھتے ہیں: کہ ناں تو ہم اس تصوف وسلوک کے قائل ہیں کہ جس میں جذب ہو، جس کے اندر شریعت کا کوئی پاس ہی نہیں ہے، شریعت کا کوئی خیال ہی نہیں ہے۔نہ تو ہم ایسے تصوف کے قائل ہیں اور ناں تو ہم ایسے الحاد کے قائل

ہیں کہ جس میں دین کے بارے میں، باطنی تربیت کے لحاظ سے، جو تعلیمات اللہ کے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائیں ہیں، ان کا انکار کر دیں، ناں ہم اس طرف ہیں نہ اس طرف، بلکہ ہم بیچ میں ہیں اعتدال پر ہیں ﴿خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا﴾ چنانچہ جب عرض کیا کہ ایک تو وہ گروہ ہوا، ایک تو وہ لوگ ہوئے ہیں کہ جنہوں نے بیعت کرنے کو سب سے بڑا مقصد بنا لیا اور اس کے آگے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، سب ایک طرف ہو گئے اور ایک وہ لوگ ہوئے جنہوں نے بالکل سرے سے انکار ہی کر دیا کہ بیعت تو کوئی چیز نہیں ہے۔اب دونوں Extreme ہیں۔

بیعت میں اعتدال

﴿خیر الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا﴾ بہترین امور سب سے وہ ہیں، جو اعتدال پر ہیں اور درمیان میں ہیں۔نہ تو ایسا ہے شریعت کے اندر، کہ جب کوئی شخص کسی سے بیعت کر لے تو بس پیر صاحب نے سب کچھ کرنا ہے۔ایسا بالکل بھی نہیں ہے اور نہ ایسا ہے کہ شریعت میں، قرآن وحدیث میں، بیعت کے حوالے سے کوئی تصور سرے سے ہے ہی نہیں اور یہ بدعت ہے۔ایسا بھی نہیں ہے۔پھر کیا ہے؟ قرآن وحدیث کو اگر دیکھیں تو بیعت کے حوالے سے کیا تعلیم ملتی ہے؟ اس عاجز کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ بیانات جو خاص عنوان پر ہوں، ہمیشہ کچھ احباب کی طرف سے کوئی سوال پوچھا گیا، تقاضا ہوا، کہ جی! اس کی وضاحت کریں۔اس وضاحت کے اندر بیان کی ضرورت پڑی۔آج کا بیان بھی اسی قسم کا ہے۔بعض احباب کی طرف سے مسلسل کچھ تقاضا تھا کہ جی، اس پر بھی کچھ روشنی ڈالیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ بیعت ہوتی کیا ہے؟ قرآن کیا کہتا ہے اور حدیث رسول ﷺ کیا کہتی ہیں؟

’’بیعت‘‘ کا جو مادہ ہے وہ ب، ی، ع، ہے۔یہ تین حروف ہیں۔انہیں تین حروف سے بیع کا لفظ بھی ہے۔بیچنے کو کہتے ہیں عربی زبان میں۔بیعت کے لیے جو باب

استعمال ہوتا ہے وہ باب مفاعل ہے۔آسان الفاظ میں یوں سمجھیں کہ عربی زبان میں بیعت کے لیے جو لفظ استعمال ہوتا ہے، اس لفظ کے اندر ایک معنی ملحوظ ہے اور وہ کیا کہ بیعت کے لیے ﴿بَایَعَ،یُبَایِعُ﴾ کا wordاستعمال ہوتا ہے۔بَایَعَ کا جو لفظ ہے، اس کے اندر ایک معنی ہوتا ہے۔وہ معنی ہے جانبین کا، دونوں جانب سے کوئی کام ہو تو بایع ،یبایع ،مبایعة اس کے اندر کیا چیز ہے؟ کہ دونوں طرف سے کچھ عہد ہے۔کچھ وعدہ ہے۔کیا وعدہ ہے؟ آئیں دیکھتے ہیں۔

موسوعۃ الفقہیہ میں بیعت کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ ''﴿عبارة عن المعاقدةو المعاهدة﴾بیعت کو تعبیر کیا جاتا ہے معاقدہ اور معاہدہ سے۔'معاقدہ' کا مطلب ہے،'' آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کوئی عقد کرنا''،'معاھدہ' کا مطلب ہے ''کوئی وعدہ کرنا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ''، اس کا نام بیعت ہے۔یہ فردِ واحد کی جانب سے نہیں ہے جانبین سے ہے،۔مرید کی جانب سے بھی ہے تو شیخ کی جانب سے بھی ہے۔دونوں طرف سے، جانبین سے ہوگا تو پھر بیعت کا عقد وجود میں آئے گا۔

علامہ ابن خلدونؒ مقدمہ ابن خلدون کے اندر (مشہور تاریخی مؤرخ ہیں) بیعت کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ''بیعت نام ہے﴿ العهد على الطاعة ﴾وعدہ کرنے کا کہ میں طاعت کروں گا۔میں بات مان کے چلوں گا۔''اس کا نام بیعت ہے۔

بیعت کی اقسام

نبی اکرم علیہ الصلوۃ وتسلیمات سے بیعت کے بارے میں قرآن میں ارشاد فرمایا گیا﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَکَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ﴾کہ اے حبیب علیہ الصلوۃ والتسلیمات! جو لوگ بیعت کرتے ہیں آپ کے ہاتھ پہ﴿ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰه ﴾وہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے

ہیں۔اور بیعت کی احادیث کو اگر دیکھا جائے تو مختلف اقسام ملتی ہیں۔ان اقسام کے اوپر روشنی ڈالتا ہوں۔

بیعت علی الاسلام:

سب سے پہلی بیعت جس کا تذکرہ ہمیں قرآن وحدیث میں ملتا ہے، قرآن میں تو صراحتاً نہیں، احادیث مبارکہ میں ملتا ہے، وہ ہے''بیعت علی الاسلام''، اسلام کے اوپر بیعت کرنا، اسلام لانے کے لیے بیعت کرنا۔طبرانی کبیر کی روایت ہے۔حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ فرماتے ہیں نبی اکرم علیہ الصوٰۃ والتسلیمات کے ہاتھ فتح مکہ کے دن میں نے لوگوں کو بیعت کرتے دیکھا۔وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم علیہ الصلوۃ والتسلیمات،' قرن مصقلہ' کے مقام کے پاس بیٹھ کر، لوگوں کو اسلام اور شہادت پر بیعت کر رہے تھے۔چنانچہ وہ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد، عبداللہ بن عثمان سے پوچھا کہ شہادت سے کیا مراد ہے؟ اسلام پہ بیعت کرنا تو سمجھ میں آ گیا شہادت پر بیعت کرنے سے کیا مراد ہے؟ وہ فرماتے ہیں کہ شہادت پر بیعت کرنے سے مراد﴿اشهد ان لا اله الا اللّٰه و اشهدان محمدعبده ورسوله﴾ یہ مراد ہے مجمع الزوائد میں بھی یہی روایت موجود ہے۔

اسی طرح سے بخاری شریف اور مسلم شریف میں یہ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی اکرام علیہ الصوۃ والتسلیمات کی خدمت میں حاضر ہوئے۔کہتے ہیں کہ

> ''میں اور میرا بھائی ہم دونوں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ہمیں ہجرت پر بیعت فرمالیں تو نبی علیہ الصلوۃ والتسلیمات نے فرمایا کہ ہجرت پر بیعت ختم

ہوگئی ہے کیونکہ یہاں سارے مدینہ منورہ سے آئے ہیں اور مدینہ منورہ سے حاضر ہوتے ہیں ۔فرمایا، کہ لوگ تو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرتے ہیں یعنی نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کا مقصد یہ تھا کہ لوگ تو مدینہ منورہ ہی ہجرت کر کے آئے ہیں تو تم تو پہلے ہی مدینہ منورہ میں ہو۔تمہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔فرمایا: کہ ہجرت تو اھل ہجرت کے ساتھ ختم ہوگئی یعنی جس وقت مدینہ منورہ کی طرف ہجرت ہوگئی تو اب یہ ہجرت ختم ہوگئی۔تو فرماتے ہیں کہ میں نے پھر پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ ! کہ اب ہم کس چیز پہ بیعت کریں ؟ تو حدیث میں فرمایا (مفہوماً عرض ہے) آپ علیہ الصلوۃ السلام نے فرمایا کہ اسلام اور جہاد پر۔

تو اس میں دو بیعتوں کا تذکرہ ملتا ہے بیعت علی الاسلام، اسلام پر بیعت اور بیعت علی الجہاد یعنی جہاد پر بیعت۔

﴾دوسری قسم، بیعت جہاد﴿

دوسری قسم بیعت جہاد ہے۔بیعت جہاد کیا ہے؟ بیعت رضوان، جس وقت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر پھیلی تو نبی ﷺ نے صحاب اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بیعت لی، یہ بیعت رضوان کہلاتی ہے۔چنانچہ صحیح مسلم میں روایت ہے: کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

﴿کنا یوم الحدیبیہ الفا و اربع مائۃفبایعناہ ﷺ و عمر اخذ بیدہ تحت الشجرۃوھی کسمرۃ﴾ کہ صلح حدیبیہ میں ہم 1400 لوگ تھے۔پس ہم نے بیعت کی نبی ﷺ کے ہاتھ پر

اس حال میں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاتھ کو پکڑا ہوا تھا نبی ﷺ کے۔درخت کے نیچے اور درخت ببول کا تھا۔وہ فرماتے ہیں ﴿وقال بایعناہ علی ان لانفر﴾ ہم نے بیعت اس بات پہ کی کہ ہم میدان جنگ سے بھاگیں گے نہیں، یہ بیعتِ جہاد تھی چنانچہ غزوہ خندق میں روایات میں منقول ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یہ شعر پڑھا کرتے تھے کہ

نحن الذین بایعوا محمدا ﷺ

ہم وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے بیعت کی ہے محمد ﷺ سے۔

علی الجھاد مابقینا ابدا

جہاد پر ہم نے بیعت کی ہے، جب تک ہم زندہ رہیں گے۔

﴾تیسری قسم، بیعت علی الہجرۃ﴿

بیعت کی تیسری قسم جو ملتی ہے احادیث مبارکہ میں، وہ بیعت ہجرت ہے۔ہجرت کرنے پر بیعت کرنا۔سنن بیہقی میں روایت ہے حضرت یعلی بن منیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

’’میں فتح مکہ کے دن نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ! میرے والد کو ہجرت پر بیعت فرمالیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہجرت پر نہیں بلکہ ان کو صرف جہاد پر بیعت کروں گا‘‘۔

ہجرت پر بیعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں معروف تھی، تبھی انہوں نے درخواست کی۔

دوسری روایت مسند احمد کی ہے جس میں صراحتاً ہجرت پر بیعت کرنے کا تذکرہ ملتا ہے، وہ حضرت حارث بن زیاد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ

’’میں غزوہ خندق کے دن نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ لوگوں کو ہجرت پر بیعت فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھے بھی بیعت فرما لیں۔ ساتھ ان کے چچازاد بھائی تھے، فرمایا: کہ ان کو بیعت فرمالیں تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم تو انصار ہو تم کو میں بیعت نہیں کرتا۔ لوگ تو تمہارے پاس ہجرت کر کے آتے ہیں، مجھے تم لوگوں کے پاس سے ہجرت کر کے نہیں جانا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! جو بھی مرتے دم تک انصار سے محبت رکھے گا وہ اللہ کا محبوب بن کر مرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ اللہ کا مبغوض بن کر مرے گا‘‘۔

چوتھی قسم، بیعت علی النصرۃ

اگلی بیعت جس کا تذکرہ ہمیں ملتا ہے حدیث مبارکہ میں، وہ ہے نصرت پر بیعت کرنا۔ نصرت پر بیعت کرنے کا مطلب کیا ہے کہ مدد کرنے پر بیعت کرنا کہ چاہے جو مرضی ہو جائے، ہم مدد و تعاون کریں گے آپ کے ساتھ۔ چنانچہ طویل حدیث مفہوماً عرض ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں جو تکالیف کا زمانہ گزارا۔ دس سال اس طرح سے گزارے کہ آپ ﷺ لوگوں کے پاس حج کے موقع پر ان کی قیام گاہوں میں اور بازاروں میں آتے تو فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی یمن یا مضر سے روانہ ہونے لگتا تو اس کی قوم کے لوگ کہتے کہ قریش کے نوجوان سے بچ کر رہنا۔

ابتدائی اسلام کا زمانہ تھا تو مدینہ منورہ سے کچھ لوگ آئے۔ بیعت عقبی اولی ہوئی پھر اس کے بعد واپس چلے گئے۔ انہوں نے جا کر اپنے لوگوں کو تعلیم دی، مسلمان ہوئے پھر کچھ لوگ دوبارہ واپس آئے، یہاں تک کہ ایک جماعت تیار ہو گئی اور وہ سب کے سب ۷۰ کے قریب آدمی آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ سے کس چیز پہ بیعت کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

’’تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ تمہارا دل چاہے یا نا چاہے، ہر حال میں تم سنو گے بھی اور مانو گے بھی اور تنگی اور فراخی ہر حال میں بھی خرچ کرو گے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو گے۔ تم اللہ کی خوشنودی کی بات کرو گے اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت سے نہیں ڈرو گے۔ تم میری مدد کرو گے اور جب میں تمہارے ہاں آ جاؤں، تو اس وقت تم میری ان تمام چیزوں سے حفاظت کرو گے، جس کی تم اپنی بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔‘‘

چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ ان میں سے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوان سب میں عمر میں چھوٹے تھے، وہ کھڑے ہو گئے، انہوں نے باقی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو کہا کہ

’’اے اہل یثرب! ٹھہرو، ہم ان کے پاس سفر کر کے صرف اس لئے آئے ہیں کہ ہمیں یقین ہیں کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور آج آپ کو تم لے جاؤ گے تو اس سے سارا عرب تمہارا دشمن بن جائے گا۔ تمہارے بہترین لوگوں کو قتل کر دیا جائے گا اور تلواریں تمہارے ٹکرے ٹکرے کر دیں گی۔ اگر تم ان چیزوں پر صبر کر سکتے ہو تو ان کو ضرور لے

جاؤ۔اور تمہیں اللہ اس کا اجر عطا فرمائیں گے‘‘۔

تو باقی صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ

’’اے اسعد! تم پیچھے ہٹ جاؤ۔اللہ کی قسم! ہم اس بیعت کو نہیں چھوڑیں گے اور نہ ہی ہمیں اس سے کوئی روک سکتا ہے‘‘۔

چنانچہ کھڑے ہو کے ہم سب نے آپ ﷺ کی بیعت کی اور آپ ﷺ نے ہم سے عہد لیا اور جو کام ہمارے ذمے تھے، ہمیں بتائے اور ان کاموں کے کرنے پر آپ ﷺ نے جنت کا وعدہ فرمایا۔

اس بیعت علی النصرت کے بارے میں ایک اور لمبی حدیث ہے، جو مسند احمد اور مجمع الزوائد میں ہے۔اس کا خلاصہ عرض کر رہا ہوں۔حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔اس حدیث مبارکہ میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے چچا تھے، ان کا تذکرہ آتا ہے۔اسی طرح سے مدینہ منورہ سے جو لوگ آئے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ان سے بیعت لی، تو ان میں حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے کھڑے ہو کر آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور بیعت کرتے ہوئے کہا کہ

’’ہاں، اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہم ان تمام چیزوں سے آپ کی ضرور حفاظت کریں گے، جن سے ہم اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہیں۔آپ ہمیں بیعت فرمالیں۔‘‘

ان میں حضرت ابو الہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی تھے، وہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ

’’یا رسول اللہ ﷺ! کچھ لوگوں سے یعنی یہود سے ہمارے پرانے تعلقات ہیں، ان تعلقات کو ہم ختم کر دیں گے تو کہیں ایسا تو نہیں ہوگا

کہ ہم ان سے تعلقات ختم کر دیں پھر اللہ تعالیٰ آپ کو غالب کر دیں اور آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کے پاس واپس چلیں جائیں‘‘۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب ہجرت نہیں ہوئی تھی۔اللہ کے نبی ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ

’’میرا خون، تمہارا خون ہے۔جہاں تمہاری قبر بنے گی، وہاں میری قبر بنے گی‘‘۔

یہ اہل مدینہ کو کہا، مدینہ منورہ سے آئے کو کہا کہ کہیں ایسا نہ ہو یا رسول اللہ ﷺ! اللہ جب آپ کو فتح دیں آپ غالب ہو جائیں تو آپ ہمیں کہیں واپس چھوڑ کر مکہ مکرمہ نہ آجائیں تو کہا کہ

’’جہاں تمہاری قبر بنے گی وہاں میری قبر بنے گی۔میں تم میں سے ہوں اور تم مجھ سے ہو۔جس سے تم لڑو گے، میں اس سے لڑوں گا اور جس سے تم صلح کرو گے، میں اس سے صلح کروں گا‘‘۔

یہ بیعت علی النصرت ہے۔

بیعت علی الموت

اگلی بیعت جس کا تذکرہ ہمیں احادیث مبارکہ میں ملتا ہے، وہ ہے بیعت علی الموت، موت پہ بیعت کرنے کا کیا مطلب ہے؟ کہ جس کے ہاتھ پر ہم بیعت کریں گے تو اس کے حکم پر جان بھی قربان کر دیں گے۔یہ بھی بیعت علی الجہاد کی ایک قسم ہے۔حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

’’میں آپ ﷺ سے بیعت ہو کے، ایک درخت کے سائے تلے جا کے بیٹھا۔جب لوگ کم ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن

اکوع! کیا تم بیعت نہیں ہوتے ہو؟ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں تو بیعت ہو گیا ہوں آپ ﷺ سے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر بھی ۔ چنانچہ میں دوبارہ بیعت ہو گیا ۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اے ابو مسلمؓ! اس دن آپ لوگ کس چیز پہ بیعت ہو رہے تھے؟ ، کہا کہ موت پر ۔

بخاری شریف ، مسلم شریف ، ترمذی شریف ، نسائی میں ان چار کتابوں میں یہ روایت موجود ہے ۔ اسی طرح حضرت عبداللہ ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ، بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے ، کہ

"حرہ کی لڑائی کے دنوں مین ان کے پاس ایک آدمی نے آکر کہا کہ ابن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو موت پر بیعت کر رہے ہیں تو انہوں نے کہا فرمایا کہ حضور ﷺ کے بعد میں کسی سے بھی اس پر بیعت نہیں ہوں گا یعنی موت پر" ۔

﴿بیعت علی الخلافت﴾

اگلی بیعت جس کا ہمیں تذکرہ ملتا ہے حدیث مبارکہ میں ، وہ ہے بیعتِ خلافت ۔ خلیفہ بنانے کے لیے بیعت کرنا چنانچہ جس وقت نبی ﷺ نے اس دنیا سے پردہ فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم ، نبی ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد ، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، انصار اور مہاجرین ، ثقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہو گئے ۔

اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ﴿ابسط یدا یا ابابکر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ﴾ اے ابوبکر آپ اپنا ہاتھ پھیلائیں ﴿فبسطھا﴾ انہوں نے اپنا ہاتھ پھلایا ﴿بایعه﴾ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بیعت کی ۔ ﴿ثم بایعه المهاجرون﴾ پھر مہاجرین نے بیعت کی ان کی ﴿ثم بایعه انصار﴾ پھر انصار نے بیعت کی ۔

یہ بیعت خلافت تھی ۔ خلافت کو منعقد کرنے کے لیے ۔ اور یہ خلافت اہل حل وعقد کے بیعت کرنے سے ہوئی ۔ اسی کی اگلی شکل حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ہوئی ۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ہوئی ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ہوئی ۔

اہل حل وعقد کون لوگ ہوتے ہیں؟ خلافت منعقد کرنے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ کسی بھی قوم کے جو اہل حل وعقد ہوتے ہیں ، وہ بیعت کریں کسی ایک شخص کی ۔ اور یہ اہل حل وعقد کون لوگ ہوتے ہیں؟

﴿هم العلماء و جماعة اهل الرائی و التدبیر الذین اجتمع فیهم العلم بشروط الامانة والعدالة والرای﴾

کسی بھی قوم کے اندر ایسے علماء ، اہل رائے ، اہل تدبیر جن میں علم ، امانت ، عدالت اور رائے ہو ، یہ اہل حل وعقد کہلاتے ہیں ۔

﴿بیعت توبہ﴾

بیعت کی چھ سات قسمیں ہیں ، جو احادیث مبارکہ میں ملتی ہیں ۔ عجیب بات یہ ہے کہ باقی جتنی اقسام اس عاجز نے عرض کی ان میں سے صرف بیعت جہاد اور بیعت توبہ کا تذکرہ ملتا ہے قرآن کریم میں ۔ بیعت خلافت کا تذکرہ قرآن کریم میں نہیں ہے ، بیعت علی

المو ت کا تذکرہ قرآن کریم میں نہیں ہے، بیعت علی النصرت کا تذکرہ قرآن کریم میں نہیں ہے، بیعت علی الہجرت کا تذکرہ قرآن میں نہیں ہے،، احادیث مبارکہ میں ہے۔ احادیث مبارکہ میں ان ساری بیعت کرنے کا تذکرہ موجود ہے۔ صرف دو قسم کی بیعت کا تذکرہ ہے جن کا قرآن میں ملتا ہے ایک تو بیعت جہاد اور دوسری بیعت توبہ۔ گناہوں سے توبہ کرانے کے لیے بیعت کرانا۔ اس کا تذکرہ قرآن مجید میں ملتا ہے چنانچہ سورۃ ممتحنہ میں اللہ جلّ شانہ ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿یٰۤاَیُّھَاالنَّبِیُّ ﴾ اے نبی علیہ الصلو ۃ والسلام

﴿ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ﴾ جب آپ کے پاس مؤمن عورتیں آئیں۔ اب یہ مومن عورتوں کا لفظ صراحتاً اس کو بتا رہا ہے کہ یہ بیعت اسلام نہیں ہے۔ تو فرمایا کہ

﴿یُبَایِعْنَکَ﴾ ان سے بیعت لیجیے کس بات کے اوپر کہ

﴿عَلٰی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا﴾ شرک نہیں کریں گے

﴿وَلَا یَسْرِقْنَ ﴾ چوری نہیں کریں گے

﴿ وَلَا یَزْنِیْنَ ﴾ زنا نہیں کریں گے

﴿وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ﴾ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے

﴿ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یفترینه بین ایدیهن و ارجلهن ﴾ کوئی بہتان بھی نہیں باندھیں گے

﴿وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ ﴾ کسی نیکی کے کام میں نافرمانی نہیں کریں گے

﴿ فَبَایِعْھُنَّ﴾ اے حبیب! آپ ان سے ان کاموں پر بیعت ان

سے لیجیے۔

﴿وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ﴾ اور ان کے لیے استغفار کر لیجیے۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾ بے شک اللہ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اب ان آیات کے حوالے سے جو بیعت کا تذکرہ کیا گیا ہے، یہ گناہوں سے توبہ پر بیعت ہے کہ اس کو بیعت توبہ کہتے ہیں۔ یہ وہ بیعت ہے جو صوفیاء کراتے ہیں، کرتے ہیں۔ اس بیعت کے حوالے سے دیکھتے ہیں کہ ہمیں احادیث مبارکہ سے کیا سبق ملتا ہے ۔ اس بیعت کے حوالے سے جب اس عاجز نے احادیث مبارکہ کے ذخیرے کو دیکھا تو اس کثرت سے احادیث مبارکہ ملیں کہ طوالت کی وجہ سے نصف تعداد چھوڑنی پڑی۔ اس حوالے سے کچھ احادیث پیش خدمت ہیں۔ ترمذی شریف کی روایت ہے۔ حضرت امیمہ بنت عقیقہؓ فرماتی ہیں کہ ''﴿ قالت اتیت النبی ﷺ ﴾ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، کیوں حاضر ہوئیں؟

﴿لنبایعه﴾ تاکہ ہم بیعت کریں نبی کریم ﷺ سے

﴿فاخذ علینا مافی القرآن ﴾ نبی کریم ﷺ نے ہم سے ان، ان گناہوں پر بیعت لی جن کا تذکرہ قرآن میں ہے''۔

یہ سورۃ ممتحنہ کی بات کر رہا ہوں کہ جو سورۃ ممتحنہ کی آیت میں جو گناہ گنوائے گئے تھے، وہ فرماتی ہیں، ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو نبی کریم ﷺ نے ہم سے ان گناہوں کے بارے میں بیعت لی کہ یہ کام نہیں کرو گی۔ جب وہ بیعت لے لی تو فرمایا نبی کریم ﷺ نے:

﴿فی ما استطعتن ﴾ جہاں تک ہو سکے تم اس بیعت کے عہد

کو نبھانے کی کوشش کرنا۔انہوں نے عرض کی کہ اللہ اور اللہ کا
رسول ﷺ ہم پر بہت مہربان اور شفیق ہیں کیا آپ ہم سے مصافہ نہیں
کریں گے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿انی لا اصافح النساء﴾ کہ
میں عورتوں سے مصافہ نہیں کرتا ﴿انما قولی لمائة امرائة کقولی
لامرائة واحدة﴾ ایک عورت کو بھی میری بات کہنا ایسا ہے، جیسا کہ
سو 100 عورتیں بھی جمع ہو جائیں، تو تب بھی میں انکو یہی بات
کہوں گا۔

مسند احمد بن حنبل میں روایت ہے۔عمرو بن شعیب اپنے والد اور اپنے دادا سے
روایت کرتے ہیں، اسی طرح سے حضرت امیمہ بنت عقیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی اکرم ﷺ
کی خدمت میں آئیں اور انہوں نے بیعت کی اور بنی کریم ﷺ نے ان سے مختلف گناہوں
پر توبہ کروائی۔چوری نہیں کروگی زنا نہیں کروگی اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کروگی۔

مسند احمد بن حنبل کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت سلیمی بنت قیس رضی اللہ
تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ

''ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس لیے حاضر ہو
ئے تا کہ نبی کریم ﷺ سے بیعت کریں۔﴿فلما شرط علینا﴾ نبی
کریم ﷺ نے ہمیں جب یہ شرط لگائی کہ ہم شرک نہیں کریں گی،
چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور
ہم اپنے شوہر کو دھوکہ نہیں دیں گی، تو ہم نے اس پہ بیعت کر لی۔وہ فر
ماتی ہیں، کہ ہم میں سے ایک عورت نے کہا: کہ شوہر کو دھوکہ دینے سے
کیا مراد ہے؟ تم واپس لوٹ جاؤ اور نبی کریم ﷺ سے پوچھ کر آؤ، کہ

یہ شوہر کو دھوکہ دینے کا کیا مطلب ہے؟ تو فرمایا، کہ ہم نے نبی
کریم ﷺ سے سوال کیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: شوہر کا
مال لے لینا اور خرچ کر دینا اس کو پتہ نہ چلے اس کی غیر موجودگی میں
اس کی اجازت کے بغیر شوہر کا مال لے لینا یہ شوہر کو دھوکہ دینا ہے''۔

اب یہ بیعت بھی گناہوں کی توبہ پر ہے اور اللہ کے نبی ﷺ نے لی۔ابن ابی حاتم
نے روایت کیا ہے، اس آیت کے حوالے سے کہ یہ آیت فتح مکہ پر نازل ہوئی تو نبی
کریم ﷺ نے صفاء پر مردوں سے بیعت لی (مختلف گناہوں کے چھوڑنے کے اوپر)۔
درمنثور میں اسی طرح سے ایک روایت میں تذکرہ ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
عورتوں سے فتح مکہ کے موقع پر اس آیت میں ذکر کئے گئے گناہوں کے ترک پر بیعت لی تو
ان عورتوں میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہندہ بھی تھیں۔جب آپ علیہ السلام
نے ارشاد فرمایا کہ

﴿وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ﴾ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، تو ہندہ رضی اللہ عنہا نے
کہا کہ آپ نے ہمارے آباء کو قتل کر دیا اور اب اپنی اولاد کے بارے میں ہمیں قتل کرنے سے
منع کیا تو اللہ کے نبی ﷺ ہنس پڑے۔

اسی طرح سے مسند احمد بن حنبل کی دوسری روایت میں ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ
نے عورتوں کی طرف حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا کہ وہ جا کر عورتوں سے
مختلف گناہوں سے چھڑانے کے اوپر بیعت لیں۔

اسی طرح سے (روح المعانی) کے اندر عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
وہ روایت کرتے ہیں، اپنے والد سے کہ نبی کریم ﷺ جس وقت عورتوں
کو بیعت کرنے کا ارادہ فرمایا تو نبی کریم ﷺ نے ایک برتن میں پانی

منگوایا اور نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک اس میں ڈالا اور اس کے بعد عورتوں سے مختلف گناہوں سے چھڑوانے کے اوپر بیعت لی اور اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے پیالہ عورتوں کی طرف بھیج دیا کہ تم بھی اپنی انگلیاں اس میں ڈالو۔ تو فرماتے ہیں گویا کہ ایک طرح سے مصافحے کا بدل ہوگیا۔ اسی طرح سے (احکام القرآن جصاص) میں ہے امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے کی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے عورتوں سے اس بات کے اوپر بیعت لی کہ وہ مردوں کے مرنے کے بعد نوحہ نہیں کریں گی۔

یہ بھی گناہوں سے چھڑوانے پر ایک خاص طور پر بیعت لی اور یہ بھی بیعت توبہ ہی تھی۔ بیعت توبہ کے حوالے سے دوتین روایتیں، جو بہت ہی قوی قسم کی ہیں، ان میں سے ایک روایت بخاری شریف اور مسلم شریف کی ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے گرد بیٹھے ہوئے تھے اس حال میں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ﷺ کے گرد موجود تھے ۔راویت میں صراحتاً موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ کے گرد صحابہ بھی موجود تھے، تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے فرمایا

﴿بایعونی﴾ تم سب مجھ سے بیعت کرو اس شرط پر کہ ﴿لا تشرکوا باللّٰہ شیئا﴾ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے۔ چوری نہیں کرو گے۔، زنا نہیں کرو گے۔ اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے۔ کسی پر بہتان نہیں باندھو گے اور نیکی کے کاموں میں نافرمانی نہیں کرو گے، ﴿ممن وفیٰ منکم﴾ جس نے اس بیعت کو نبھایا ﴿فاجرہ

علی اللّٰہ﴾ اس کا اجر اللہ کے پاس ہے ﴿ومن اصاب من ذالک شیئا فعوقب بہ فی الدنیافھو کفارۃ لہ﴾ جو شخص کسی گناہ میں پڑ گیا، دنیا میں جو بھی اس کو سزا دی جائے وہ اس کے لیے کفارہ بن جائے گی ﴿من اصاب من ذالک شئا﴾ اور جو اس میں سے کسی گناہ میں پڑ گیا ﴿ثم سترہ اللّٰہ﴾ اللہ نے دنیا میں اس کا پردہ رکھا تو وہ اللہ کے سپرد ہے۔ اللہ چاہے تو آخرت میں بخش دے اور چاہے تو پکڑ لے۔

اب اس میں اس صراحتاً صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لفظ کا ذکر موجود ہے۔ ظاہری بات ہے، جہاد کا موقع تھا نہیں، خلافت کا موقع تھا نہیں، بیعت علی النصرت بھی نہیں ،جس میں نصرت کا تذکرہ ہو۔ بیعت علی الاسلام بھی نہیں کہ پہلے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تذکرہ موجود ہے اور سنداً بالکل صحیح حدیث ہے۔ صحیح روایت ہے، بخاری شریف میں بھی موجود ہے، مسلم شریف میں بھی موجود ہے۔ اب اس کے باوجود کوئی نہ مانے تو ہم سوائے دعا کے کیا کر سکتے ہیں۔

اسی طرح دوسری روایت جو بیعت توبہ کے بارے میں صراحتاً موجود ہے، وہ مسلم شریف کی روایت ہے۔ ترمذی شریف میں بھی موجود ہے، نسائی میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سات آٹھ یا نو آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ ''تم اللہ کے رسول علیہ السلام سے بیعت نہیں ہوتے''۔ اور اس جملے کو تین دفعہ دھرایا۔ ہم نبی کریم ﷺ سے بیعت ہونے کے لیے آگے بڑھے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم تو آپ سے بیعت ہو چکے ہیں اب ہم آپ سے کس چیز پر بیعت ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

"اس بات پر بیعت ہو کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے۔اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے۔ پانچ نمازیں پڑھو گے۔اور ایک جملہ آہستگی سے فرمایا کہ لوگوں سے کوئی چیز نہیں مانگو گے۔"

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس حدیث مبارکہ سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔

ایک تو صوفیاء کرام کا گناہوں سے توبہ کے اوپر بیعت لینا کیونکہ اصحاب رضوان اللہ اجمعین صراحتاً فرما رہے ہیں کہ یا رسول ﷺ! ہم تو بیعت ہو چکے ہیں اب آپ کس چیز کی بیعت لے رہے ہیں تو فرمایا کہ ان گناہوں کے اوپر، گناہوں کے چھڑوانے کی بیعت لینا، یہ وعدہ کرتا ہے کہ میں ان گناہوں کو چھوڑ دوں گا ، میں ان گناہوں کو نہیں کروں گا۔

دوسرے جو آہستگی سے فرمایا حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "اس سے اس بات کا ثبوت ہے کہ بسا اوقات شیخ کسی مرید کے احوال کے لحاظ سے اس کو خاص تاکید کرتا ہے۔ جو مرض اس میں پایا جاتا ہے، اس کا علیحدگی میں کسی مرید کو کوئی خاص تاکید کرنا، یہ بھی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آہستگی سے فرمایا کہ ان کو کہ بھائی سوال کسی سے نہیں کرنا۔"

چنانچہ حضرت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ ان میں سے کسی کا اگر کوڑا بھی گر جاتا تو وہ کسی سے نہ کہتا کہ کوڑا پکڑاؤ"۔

بیعت علی السمع والطاعت

اسی طرح اللہ کے حبیب علیہ الصلواۃ والسلام نے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے حکم کی اطاعت پر بیعت لی۔ یہ بیعت علی الطاعت کہلاتی ہے۔ترغیب میں ہے کہ حضرت

عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"ہم لوگوں نے نبی ﷺ سے جنگ پر بیعت کی کہ تنگی اور وسعت میں دل چاہے یا نہ چاہے اور چاہے ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے ہر حال میں ہم بات سنیں گے اور مانیں گے۔امیر سے امارت کے بارے میں جھگڑا نہیں کریں گے۔"

اور بیہقی کی روایت میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ ذکر ہے جس میں انہوں نے شراب کے مشکیزے پھاڑ کر فرمایا

"ہم لوگ نبی ﷺ سے اس بات پر بیعت ہوئے کہ دل چاہے یا نہ چاہے، ہر حال میں بات سنا کریں گے اور مانا کریں گے"

بیعت علی الاعمال

اللہ کے حبیب علیہ الصلواۃ والسلام نے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے نیک اعمال یا کوئی خاص نیک عمل کرنے پر بھی بیعت لی۔طبرانی کی روایت میں ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا۔"اے جریر! اپنا ہاتھ بڑھاؤ"۔حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے کہا، کن اعمال پر؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس پر کہ تم اپنے آپ کو اللہ کے سامنے جھکا دو گے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرو گے۔

اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے ہر مسلمان کی خیر خواہی چاہنے کے اوپر بیعت لی، کہ ہر مسلمان سے اچھا سلوک کریں گے، اچھی بات کریں گے۔

تجدید بیعت کا ثبوت

اسی طرح سے کیا ایک دفعہ بیعت کر لینے کے بعد دوبارہ بھی بیعت کرنی چاہیے؟اور بیعت توبہ کے اندر تجدید کرنا جیسا کہ مشائخ کا عمل ہے، کہ بعض اوقات شیخ سے آدمی بیعت ہو جاتا ہے، لیکن کچھ عرصے بعد مشائخ کہتے ہیں کہ تجدید بیعت کرلو۔ تو تجدید بیعت کا ثبوت بھی حدیث سے ملتا ہے۔ مسند احمد بن حنبل کی راویت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

> ”نبی اکرم ﷺ نے پانچ مرتبہ مجھے بیعت فرمایا اور سات مرتبہ مجھ سے وعدہ لیا اور سات ہی مرتبہ اللہ تعالیٰ کو میری طرف گواہ بنا کے فرمایا کہ میں اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈروں گا“۔

اسلام میں بیعت نہیں کی پانچ مرتبہ کس بات پر بیعت لی ہے اور سات دفعہ اس بات پر اللہ کو گواہ بنایا کہ کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈروں گا۔ اسی طرح سے مسند احمد بن حنبل کی دوسری روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ بھی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے روایت ہے اور اس میں یہ تذکرہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چھ دن، پہلے مجھ سے فرمایا کہ جو بات تمہیں بتائی جائے اسے اچھی طرح سمجھ لینا، اور ساتویں دن آپ ﷺ نے فرمایا کہ

> ”میں تم کو ہر معاملہ میں اللہ سے ڈرنے کی تاکید کرتا ہوں چاہے وہ لوگوں کے سامنے کا ہو یا ان سے پوشیدہ ہو اور جب تم سے کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً نیکی کرلو اور کسی سے کوئی چیز ہرگز نہ مانگنا حتی کہ گرے

ہوئے کوڑے کو بھی اٹھا کر دینے کو نہ کہنا اور امانت ہرگز نہ لینا“۔

بیعت بطور برکت

احادیث مبارکہ میں نابالغ بچوں سے بیعت لینے کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ چنانچہ طبرانی کی روایت ہے اور سنداً یہ روایت صحیح ہے اور علامہ ہیثمی نے اس کے رواۃ کو ثقہ لکھا ہے، کہ

> ”نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا ور حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بچپن میں بیعت فرمایا نہ ابھی ان کی داڑھی نکلی تھی اور نہ یہ لوگ ابھی بالغ ہوئے تھے۔ ہمارے علاوہ اور کسی بچے کو بیعت نہیں کیا۔“

اسی طرح سے حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں حضرات سات سال کی عمر میں نبی کریم ﷺ سے بیعت ہوئے تھے۔ نبی کریم ﷺ ان دونوں کو دیکھ کر مسکرائے اور اپنا ہاتھ بڑھا دیا، اور ان دونوں کو بیعت فرمالیا۔ یہ کونسی بیعت تھی؟ یہ برکت کے لیے تھی۔ ظاہر بات ہے، بچے تو معصوم ہوتے ہیں تو بچوں کو تو گناہ چھڑوانے کی بیعت نہیں ہوتی، جو چھوٹے بچے ہیں بالکل نابالغ ہیں۔ یہ برکت کے طور پہ بزرگوں سے بیعت کروادیئے جاتے ہیں، تو یہ اس قسم کی بیعت ہے۔

دوسروں کا بیعت لینا

اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض اوقات بعض ساتھی پوچھتے ہیں کہ یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ نبی کریم ﷺ نے بیعت لی لیکن سوال یہ ہے کیا نبی کریم ﷺ کے بعد

دوسرے لوگوں کا بیعت لینا بھی ثابت ہے یا نہیں؟ اس کا بھی ثبوت احادیث مبارکہ سے ملتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد بھی، اس بیعت کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہنے لیا اور یقیناً جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بیعت کو لیا تو یہ بات تو ثابت ہوگئی ناں کہ امتی نے یہ بیعت لی، کسی امتی کا بیعت لینا تو ثابت ہو گیا، اور اس کے بعد تابعین کا بیعت لینا، تبع تابعین کا بیعت لینا یہ سب ثابت ہے۔

چنانچہ احادیث مبارکہ دیکھتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شام کی طرف کوئی لشکر روانہ فرماتے، تو ان کو یہ بات فرماتے کہ

> '' کافروں سے خوب نیزوں سے جنگ کریں گے۔ اگر طاعون کی بیماری آ گئی تو بھی جمے رہیں گے۔''

چھوڑ کے نہیں جائیں گے۔ طاعون کی بیماری میں جمے رہنا، چھوڑ کے نہ جانا۔ یہ بیعت علی الطاعۃ تھی، کہ جمے رہو گے چھوڑ کے نہیں جاؤ گے۔ اس طرح سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ پہنچا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو چکا تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بن چکے تھے۔ تو میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ

> آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں! میں آپ کے ہاتھ پہ اس چیز پر بیعت ہوتا ہوں، جس سے پہلے میں آپ کے ساتھی کے ہاتھ پر بیعت ہوا تھا اور آگے وہ بات ذکر فرمادی کہ جہاں تک میرا بس چلے گا، آپ کی بات سنوں گا اور آپ کی بات مانوں گا نیکی کے کاموں میں جو آپ حکم فرمائیں گے۔

یہاں خلافت نہیں فرمایا تو یہ بیعت خلافت بھی نہیں ہے۔ خلافت تو ہو چکی تھی تو یہ

بیعتِ اطاعت تھی، نیکی کے کاموں میں ہو تو بیعتِ اطاعت کہلاتی ہے۔ گناہوں سے بچنے کے لیے ہو تو بیعت توبہ ہوتی ہے۔ جو مشائخ کراتے ہیں۔ مصنف ابن ابی شیبہ کی یہ روایت ہے۔

اسی طرح حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا کہ

> اے امیر المؤمنین! آپ اپنا ہاتھ بلند فرمائیں اللہ اسے بلند ہی رکھے۔ میں آپ سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے طریقے کے مطابق بیعت ہوتا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ بلند فرمایا، اور کہا کہ اس بیعت کا مطلب یہ ہوا کہ اس بیعت سے تمہارے کچھ حقوق ہم پر آ گئے ہیں اور ہمارے کچھ حقوق تمہارے اوپر آ گئے ہیں یعنی کیا مطلب کہ ہمارے ذمہ تمہارا کیا حق آ گیا کہ ہم تمہیں سیدھا راستہ بتلائیں گے اور تمہارے اوپر کیا حق آ گیا کہ تم اس کی بات مان کر چلو گے۔

اسی طرح سے کنز العمال کی روایت ہے کہ عبداللہ بن عکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،

> میں اپنے ہاتھ سے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بات پر بیعت ہوا کہ بات سنوں گا اور بات مانوں گا۔ آپ جو کہیں گے، اپنی مرضی نہیں کروں گا۔

یہی بیعت، مشائخ تصوف سے ہم ہوتے ہیں کہ بھائی! شیخ تم کو جو حکم دے گا، مان کر چلنا ہے، اپنی مرضی نہیں کرنی۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے خاص طور پر اس

بات پر بیعت لی گئی کہ جو حکم دیا جائے گا، اپنی مرضی نہیں کرو گے۔ جو سنو گے، وہ مان کے چلو گے۔ اس کے علاوہ بے شمار احادیث ہیں جن کو ترک کر دیا ہے طوالت کی وجہ سے۔

بیعت کا حکم اور مقصد

ان سب سے ایک سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ بیعت کا مقصد کیا ہے؟ ایک بات تو یہ ہوگئی اور دوسری بات یہ ہے کہ بیعت کا حکم کیا ہے؟ تو دیکھیں کہ بیعت کرنا نا فرض ہے نہ واجب ہے یہ صرف سنت ہے۔ ہاں، ایک کام ضرور فرض ہے اور وہ ہر ایک پر فرض ہے، کہ اپنی اصلاح کی فکر کرنا اور اپنی اصلاح کسی ایسے شیخ سے کرانا، جو مستند ہو۔ جس نے اپنی اصلاح کسی سے کرائی ہو۔ ہاں، اتباع سنت کے لئے بیعت بھی کر لے جیسے تا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا نہ کہ ''تمہارے کچھ حقوق ہم پر آجائیں گے اور ہمارے کچھ حقوق تم پر آجائیں گے۔'' تو بیعت ہو جانے کے بعد کچھ ذمہ داری آجاتی ہے۔

نہ تو بیعت سے مقصود کشف کرامات ہیں نہ اس میں قیامت میں بخشوانے کی ذمہ داری ہے نہ دنیاوی کاموں میں غلبہ کے لیے بیعت ہونا ہے۔ نہ اس میں اس طرح کے کوئی تصرفات ہیں کہ بیعت ہو جانے کے بعد کوئی گناہ کا خیال تک بھی نہیں آئے گا۔ ایسی بھی بات بالکل نہیں ہے۔ نہ اس میں مقصد یہ ہے کہ بیعت ہو جانے کے لیے بس آدمی ایسا مدہوش ہو جائے کہ اس کو بالکل کوئی خیال نہ آئے۔ نہ کشف، راہ مقصود ہے نہ عمدہ خواب مقصود ہیں۔

پھر کیا مقصود ہے؟ بیعت سے مقصود فقط، شریعت کے احکام پر چلنا اور اس سے اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے۔ کہ شریعت، طبیعت بن جائے۔ حضرت شیخ الحدیث زکریا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کا آنا جانا تھا، تو وہ میرے پاس ایک دفعہ راستے میں رکے اور کہا، کہ ''میں جلدی میں ہوں۔ میری واپسی تک میرے

ایک سوال کا جواب تیار رکھنا۔ میں نے پوچھا کیا سوال ہے؟ کہا کہ سوال یہ ہے کہ یہ تصوف کیا بلا ہے؟ اس کی ابتدا کیا ہے؟ اس کی انتہا کیا ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟

تو فرماتے ہیں کہ جواب تیار کرنے کی کیا ضرورت ہے، جواب ابھی لیتے جاؤ۔ تصوف کی ابتدا ﴿انما الاعمال بالنیات﴾ اعمال کا دارومدار نیت ہی پر ہے اور اس کی انتہا ﴿ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ﴾ ایسے عبادت کرو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ یہ سارے کے سارے تصوف کا حاصل اور مقصود ہے کہ شریعت، طبیعت بن جائے۔ ایک ہوتا ہے قصداً اللہ کی طرف دھیان لگانا۔ آپ اپنے ارادے سے اللہ کی طرف دھیان لگا رہے ہیں، اور ایک یہ ہوتا ہے کہ صفت احسان آپ کی طبیعت کا حصہ بن جائے۔ صرف نماز ہی میں نہیں ہر وقت کی حالت میں سارے تصوف سے یہ مقصود ہے۔ اسی کو نسبت کہتے ہیں اسی کو یادداشت اور اسی کا نام حدیث میں احسان ہے

﴿بیعت کس سے ہونا چاہیے؟﴾

ہمارے ہاں ایک termenology استعمال ہوتی ہے ''شیخ کامل''۔ بعض اوقات سوال ذہن میں اٹھتا ہے کہ بھائی! شیخ کیسے کامل ہوگیا؟ اس دنیا میں تو کوئی شخص دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں کامل ہوں۔ شیخ کیسے کامل ہوگیا؟ شیخ کامل کا مطلب یہ نہیں کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے، کوئی نقص نہیں ہے۔ شیخ کامل کا مطلب یہ ہے، کہ جو دین کا بھی جاننے والا ہو اور طریقت کا بھی جاننے والا ہو۔ یعنی عالم بھی ہو، اور تصوف سے بھی تعلق ہو۔ اس کو شیخ کامل کہتے ہیں یہ مطلب بالکل بھی نہیں ہے شیخ کامل کا، کہ اس میں کوئی عیب ہی نہیں ہے۔ عیبوں سے پاک ذات تو اللہ کی ہے۔ انبیاء کرام علیہ الصلوۃ والسلام معصوم ہوتے ہیں ﴿کل بنی آدم خطائون﴾

شیخ کی شرائط

چنانچہ شیخ کی شرائط میں سے کہ شیخ کون ہوسکتا ہے؟ جس سے بیعت ہونا چاہیے۔

(۱) پہلی شرط تو یہ ہے کہ صاحب نسبت ہو، صاحب نسبت ہونے کا مطلب کیا ہے کہ اس کو کسی مستند بزرگ سے کہ جس نے اپنے کسی اور مستند بزرگ سے تربیت اپنی کرائی ہو اور اجازت ملی ہو تربیت کرنے کی ،صاحب نسبت ہو یعنی صاحب احسان ہو۔نسبت کا لفظ جب بولا جاتا ہے تو اس سے مقصود اور مراد یہی صفت احسان ہوتا ہے۔اسی لیے تصوف کو سلوک اور احسان بھی کہتے ہیں۔

(۲) دوسرا یہ کہ صاحب علم ہو۔صاحب علم ہونے کا مطلب کیا ہے کہ دین کا ضروری علم تو اس کو آتا ہی ہو۔ہاں، راسخ فی العلم ہو جائے تو بڑی اچھی بات ہے لیکن کم از کم موٹا، موٹا دین کا علم لازمی طور پہ ہو۔

(۳) اس کے عقائد، اھل السنّت والجماعت کے مطابق ہوں۔بدعتی نہ ہو۔بدعتی شیخ سے بیعت درست نہیں۔

(۴) کبیرہ گناہ سے بچنے والا ہو۔اگر بتقاضائے بشریت کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرنے والا ہو۔

(۵) زندگی شریعت کی مطابقت میں ہو اور معاصی پر اصرار نہ کرنے والا ہو۔

(۶) اس کی صحبت سے اللہ کی محبت پیدا ہو اور گناہوں سے نفرت آئے۔دل میں زھد، تقویٰ پیدا ہو۔

اسی طرح سے نیکی کا حکم کرنے والا ہو اور برائی سے روکنے والا ہو اور اس نے مشائخ کی طویل صحبت پائی ہو۔نہ اس میں شرف کمالات ہیں نہ شرف خوارق عادات ہیں۔

بیعت کی ضرورت

اب کچھ مزید دلائل بیعت کے حوالے سے ،کیا بیعت کے لیے کسی شخص کی ضرورت ہے؟ اس حوالے سے دیکھتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کیا کہتے ہیں؟ قرآن میں اللہ جلّ شانہ کا ارشاد ہے: ﴿وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ﴾ آپ اتباع کریں، اس شخص کے راستے کی ﴿مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ﴾ جو میری طرف رجوع کرے۔تفسیر جلالین میں اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہا اس شخص کی اتباع کرو جو اطاعت کے ساتھ میری طرف رجوع کرے۔ یعنی جو شخص اللہ کو اطاعت کے ساتھ، نیکی کے ساتھ راضی کر رہا ہے تم بھی اس شخص کی طرف رجوع کرو تا کہ تم بھی اللہ کو راضی کرنے والے بن جاوَ۔

دوسری دلیل: قرآن کریم میں اللہ جلّ شانہ کا ارشاد ہے۔﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ﴾ اے لوگو جو ایمان لائے! تقویٰ اختیار کرو ﴿وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ﴾ اور تم تلاش کرو اللہ تک پہنچنے کا کوئی وسیلہ۔اب وسیلہ سے کیا مراد ہے؟ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ تفسیر ابن کثیر میں لکھتے ہیں کہ ﴿الْوَسِیْلَۃَ﴾ وسیلہ سے مراد وہ ہے کہ جس کے ذریعے سے تم مقصود کے حاصل کرنے تک پہنچ جاؤ یعنی شریعت تک پہنچ جاو۔جو تمہیں شریعت پر ڈال دے، گناہ چھڑوا دے۔

تفسیر جلالین میں ﴿وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جو تمہیں اللہ کے قریب کر دے۔اللہ کی اطاعت سے، وسیلہ سے مراد وہ ہے اسی طرح سے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر کے اندر ﴿اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ﴾ سورت فاتحہ کی اندر تفسیر کے اندر لکھتے ہیں،

کہ اللہ نے صرف ﴿اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ﴾ پر اکتفا نہیں کیا یعنی اللہ

تعالیٰ نے جو فرمایا کہ ﴿اِهْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھلا تو اللہ نے صرف اس پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ آگے اللہ نے ان لوگوں کا بھی راستہ کہا کہ جن پہ تو نے انعام کیا۔ کہتے ہیں کہ اللہ نے اس لیے کہا کہ ﴿هذا يدل ان المريد لا سبيل له الى الوصول الى مقامات الهداية المكاشفه الا اذا اقتدى بشيخ يهديه الى سواء السبيل﴾ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مرید کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے ہدایت کے مقامات تک پہنچنے کا مگر یہ کہ وہ کسی شیخ کی اتباع کرے ﴿يهديه الیٰ سواء السبيل﴾ کہ وہ شیخ اس کو سیدھا راستہ دکھلائے اور غلطیوں سے اس کی اصلاح کرے۔

بیعت کے عقلی دلائل

عقلی دلائل کو بھی دیکھیں کہ کوئی انسان اپنی غلطی خود نہیں پکڑ پاتا۔ امتحان میں ہر طالب علم اپنا پرچہ بہترین کر کے آتا ہے۔ لیکن جس وقت رزلٹ آتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ فیل ہے، حتیٰ کہ اس سے پوچھو تو وہ کہتا ہے کہ جی پرچہ بڑا اچھا کر کے آیا۔ جو آتا ہے سب کچھ لکھ کر آ گیا جب رزلٹ آیا تو پتہ چلا کہ فیل ہو گیا۔ اپنی غلطی کا آدمی کو خود نہیں پتہ چلتا۔

نہ انسان کو اپنی مرض کا خود پتہ چلتا ہے، نہ انسان کو اپنی بیماری کا پتہ چلتا ہے۔ بیماری کے علاج کے لیے ڈاکٹر کے پاس جانا پڑتا ہے۔ شفا اللہ دیتا ہے، ڈاکٹر شفا نہیں دیتا۔ بالکل اسی طرح سے تزکیہ، اصلاح، اللہ کرتا ہے۔ دنیا میں کوئی شیخ ایسا نہیں جو کہے کہ میں اصلاح کرتا ہوں۔ اصلاح، اللہ کرتا ہے لیکن شیخ اور ڈاکٹر ذریعہ ہوتا ہے۔ دنیا میں ہر کام سیکھنا پڑتا ہے فرمایا:

﴿انما بعثت معلما﴾ کہ مجھے استاد بنا کر بھیجا گیا تو ﴿وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَه﴾ گناہوں کا چھوڑنا کہ ایک انسان سے گناہ نہیں

چھوٹ رہے تو اس کو مدد لینی پڑے گی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ﴿انما العلم بالتعلم﴾ علم صرف پڑھنے سے نہیں آتا فرمایا ﴿انما العلم بالتعلم﴾ علم کے لیے سیکھنا پڑتا ہے، کسی استاد کے پاس جانا پڑتا ہے۔ تو ایک علم ظاہر ہے، ایک علم باطن ہے تو علم ظاہر قرآن و حدیث ہیں۔ علم باطن قرآن و حدیث کا کوئی نیا نام نہیں بلکہ قرآن و حدیث سے جو مقصود، ہماری روح سے ہے، ہمارے دل سے ہے و،ہ علم باطن ہے۔

نیا کی محبت نکل جائے، اللہ کی محبت آ جائے۔ غیر اللہ کی محبت نکل جائے، اللہ کے نبی علیہ السلام کی شدید محبت آ جائے۔ غیر اللہ کا خیال دل سے نکل جائے، خشوع و خضوع والی نماز مل جائے۔ یہ ہے علم باطن۔

سلف صالحین کا طریق

اب تھوڑا سا دیکھتے ہیں سلفِ صالحین کو۔ جیسے میں نے عرض کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بیعت لیتے تھے تو تابعین، تبع تابعین نے بھی ان کے بعد بیعت توبہ لی اور اس کے بعد امت میں وہ طریقہ چلا آ رہا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھارہ تابعین، اٹھارہ بدری صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علوم ظاہرہ حاصل کیے مگر تربیت اور اصلاح کے لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفادہ کیا۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ تابعین میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر ابو ہاشم صوفی نہ ہوتے تو میں ریا کاری کی دقیق باتوں سے واقف نہ ہوتا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول ہے کہ ﴿من لم یتصوف ویتعلم﴾ جس نے تصوف نہیں سیکھا، تربیت نہیں کروائی ﴿ویتعلم﴾ اور دین کا علم تو سیکھا، تصوف نہیں سیکھا فرمایا ﴿فقد تفسق﴾ گناہوں میں پڑ گیا ﴿فقد تفسق﴾ فرما دیا ہے۔ اتنی بڑی بات کہ جس نے دین کا علم حاصل کیا ہے لیکن تصوف نہیں سیکھا یعنی اپنی تربیت نہیں کروائی تو مطلب کیا ہے تفسق کا کہ گناہوں میں پڑ جائے گا۔ کیونکہ عمل تصوف کے بغیر نہیں آپاتا اور فرمایا کہ ﴿من یتصوف﴾ جس نے تصوف حاصل کیا ﴿ولم یتعلم﴾ علم حاصل نہیں کیا ﴿فقد تزندق﴾ یہ زندیقیت کی طرف چل پڑے گا۔ علم نہ ہو صرف تصوف ہو تو بدعات وجود میں آتی ہیں جیسے ہمارے معاشرے میں مزاروں میں ڈھول، ڈھمکے، عرس، ناچنا، گانا، یہ سب کیا ہے؟ تصوف ہے، علم نہیں ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ تصوف غلط تھا بلکہ کیا فرمایا کہ جس نے ﴿ومن یتصوف ویتعلم﴾ جس علم بھی حاصل کیا اور تصوف بھی حاصل کیا ﴿فقد تحقق﴾ وہ نجات پا گیا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اتنا بڑا محدث، فقیہ، مجتہد وہ فرماتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وہ کیا فرماتے تھے۔ اتنے بڑے فقیہ، اتنے بڑے مجتہد، امام اعظم رحمہ اللہ علیہ، لیکن حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی باطنی تربیت کے لیے فیض پایا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ﴿لولا السنتان لھلک النعمان﴾ اگر میں یہ دو سال امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں نہ گزارتا تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔

ایک مرتبہ حضرت ابراھیم بن ادھم صوفیاء میں سے، حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے لیے آئے تو امام صاحب نے فرمایا کہ سیدنا ابراھیم آئے سیدنا یعنی ہمارے سردار ابراہیم آگئے۔ طلباء نے پوچھا وہ کیسے؟ تو کیا کہ ہم تو جسموں کو پڑھاتے ہیں،

جسموں کی خدمت میں مشغول ہیں، یہ خدا کو راضی کرنے میں مشغول ہیں۔

مام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے صوفیاء کی صحبت اختیار کی اور انکی دو باتوں سے نفع پایا ایک یہ کہ وقت ایک تلوار ہے اگر تم اس کو نہ کاٹو گے تو وہ تم کو کاٹ دے گا۔ دوسری بات یہ کہ اگر تم اپنے نفس کو حق میں مشغول نہیں کرو گے تو تمہارا نفس غیر اللہ میں مشغول ہوگا۔ یہ پکی بات ہے جس دل میں اللہ کی محبت نہیں آئے گی اس دل میں یقیناً غیر اللہ کی محبت آئے گی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے ہیں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بشر حافی کی صحبت میں تربیت کے لیے جایا کرتے تھے یعنی اتنے بڑے محدث ،فقیہ ،مجتہد کو کیا ضرورت تھی۔ کچھ تو ہے نا جس کے لیے جانا پڑتا ہے۔ ایک دن طلباء نے ان سے پوچھ لیا حضرت آپ اتنے بڑے عالم ہو کر حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاتے ہیں جو کہ عالم بھی نہیں ہیں تو فرمایا کہ میں عالم تو کتاب اللہ کا ہوں، کتاب اللہ کا جاننے والا ہوں اور بے شک بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ عالم باللہ ہے۔ اللہ کے جاننے والے۔

امام غزالیؒ ہم نام تو سنتے ہیں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا لیکن امام غزالی کیؒ سوانح حیات پڑھیں تو بڑی عجیب ہے۔ امام غزالی کو غزالی کس نے بنایا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تحصیل علم کی، منطق میں، فلسفہ میں، قرآن میں، حدیث میں، فقہ میں، بڑا عبور حاصل تھا۔ قاضی مقرر ہو گئے لیکن اندر دل کی دنیا ہے، جب تک اس میں اللہ کی محبت نہیں آتی، اس میں بے چینی رہتی ہے۔ اس بے چینی کو کیسے دور کرو گے؟

اس کی دوا، طباء کے پاس نہیں۔ تو جب یہ ان کی بے چینی بڑھی تو خواجہ بوعلی فارمدیؒ، جو ہمارے سلسلہ نقشبندیہ کے اندر شیخ آتے ہیں، ان کی صحبت میں چلے گئے اور جب صحبت میں گئے تو دس سال تک گمنام ہو گئے۔ دس سال تک بالکل کسی کو پتہ ہی نہیں چلا

کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ گئے کہاں ہیں۔ دس سال کامل صوفیاء کی صحبت میں گزارے اور صحبت میں گزارنے کے بعد پھر دل کی دنیا ہی بدل گئی ۔احیاء العلوم ،اس کے بعد لکھی ۔کیمیائے سعادت اس کے بعد لکھی چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ مکاشفۃ القلوب انکی کتاب ہے، میں لکھتے ہیں﴿انی اخذت الطریق من ابی علی فارمدیؒ﴾ کہ میں نے تصوف شیخ ابوعلی فارمدی سے سیکھا اور عبادات اور ذکر میں انکے دستور کو اپنایا اس طرح مجھے تکالیف سے نجات ملی اور مشقتوں سے چھٹکارا ملا اور جو کچھ میں نے پانا تھا وہ پالیا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی بیعت تھے اور ان کے شیخ کا نام تھا نجم الدین کبریٰ یہ ان سے بیعت تھے اور ان کا حوالہ بھی تفسیر کبیر کے حوالے سے پیچھے گزر ہی چکا ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ مشہور ہے کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم تھے، فقیہ تھے۔ ان کے بیعت ہونے کا کیا واقعہ بنا۔ یہ اپنے طلباء کو پڑھا رہے تھے ۔کنویں کے پاس بیٹھ کے پڑھا رہے تھے تو پاس سے شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ، جو شیخ تھے، اس وقت بیعت تو نہیں ہوئے تھے، اس وقت تو یہ مشہور تھا کہ صوفیاء میں سے ہیں، تو وہ گزرے اور انہوں نے کیا کیا؟ کہ ان کی کتابیں اٹھا کر کنویں میں پھینک دیں۔

یہ غصے میں ان کے اوپر چڑھ دوڑے۔ تمہیں تمیز نہیں ہے۔ میری کتابیں اٹھا کر کنویں میں پھینک دیں۔ تمہیں علم کی قدر ہی نہیں ہے۔ تو یہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ ان کا ہاتھ پکڑ کہ کنویں کی طرف لے گئے اور کہا کہ دیکھو! تو کتابیں کنویں میں گری نہیں تھیں، اوپر پانی کے اوپر کھڑی تھیں۔ تو یہ حیران ہوئے اور کہا کہ صرف سکھانا تمہیں یہ تھا کہ ہر عمل کا ظاہر، وہی نہیں تھا جو تم سمجھتے ہو۔ یہاں پہ ان کے دل پہ چوٹ لگی چنانچہ مثنوی میں لکھتے ہیں کہ

شعر:

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

کہ مولوی، یہ مولانا روم اپنے آپ کو کہتے ہیں، کہ مولوی روم والوں کا مولا سردار نہیں ہوا جب تک کہ شمس تبریز کا غلام نہیں ہوا۔

شرح جامی ہمارے مدارس میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔نحو کی بڑی دقیق ترین کتاب شمار ہوتی ہے۔ان کے شیخ بھی سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ تھے۔خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ۔مولانا جامی کا ایک تو وہ رنگ ہے، جو نحو میں نظر آتا ہے، اور کسی نے ان کا تصوف کا رنگ دیکھنا ہو تو مولانا جامی کو، اللہ نے کیا محبت دی تھی اور کیا نبی علیہ السلام کی محبت دی تھی، ذرا ان کا فارسی کلام، فارسی نعتیہ کلام ہے، وہ آپ ذرا اٹھا کر پڑھ ہیں، بندہ عش عش کر اٹھتا ہے۔کیا نعتیہ کلام لکھا ہے۔

بلبل ز تو آموختہ شیریں سخنی را
گل از رخ تو آموختہ نازکی بدنی را

یہ بلبل نے جو پیاری آواز نکالنا سیکھی ہے، اے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام! یہ تو اس نے آپ سے سیکھی ہے۔ گلاب کو جو نزاکت ملی ہے تو فرماتے ہیں کہ یہ گلاب کو حبیب علیہ الصلوۃ والسلام سے ملی ہے۔

سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نحو بھی لکھی، صرف بھی لکھی، شرح مواقف لکھی۔ بہت بڑے فقیہ، بہت بڑے اصولی، بہت بڑے علم کلام، علم العقائد کے ماہر، یہ بھی خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ جو سلسلہ نقشبندیہ ہی کے بزرگ تھے، ان سے بیعت تھے۔ چنانچہ علامہ سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ﴿واللہ ماعرفت الحق﴾ میں حق کو نہیں پہچانا، جب تک میں خدمت عطار میں نہیں گیا۔ یہ عطار کون تھے؟ انہوں نے پند نامہ لکھا فارسی میں۔

اس دور میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وہ لکھتے ہیں اپنے بارے میں کہ

میں 15 برس کی عمر میں والد بزرگوار سے بیعت کر کے اشغال صوفیہ میں مشائخ سلسلہ نقشبندیہ کے اشغال میں میں مصروف ہوگیا اور ان کی توجہ اور تلقین سے بہرامند ہوتا ہوا، ان کے آداب طریقت کی تعلیم کو حاصل کر کے، اپنے روحانی سلسلے کو درست کر دیا اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت ہیں کہ ہمارے برصغیر پاک و ہند میں جو بھی اساتذہ چاہے جس مرضی فرقے سے تعلق رکھنے والے ہوں، وہ حدیث پڑھ، پڑھا رہے ہیں، ان کی جو سند ہے وہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے جا کر ملتی ہے۔ ہمارے برصغیر پاک و ہند میں صحاح ستہ کا پڑھنے پڑھانے کا جو کام اور پھیلاؤ ہے، وہ اللہ نے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے لیا۔

مرید کی طلب

اس راستے میں اصل مدار مرید کا ہے۔ شیخ کا درجہ بعد میں ہے۔ اصل مدار چلنے میں، وہ مرید کا ہے، چلنے کا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا ہی عجیب واقعہ تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے اور شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ بیتی میں نقل کیا ہے" وہ فرماتے ہیں کہ پانی پت کے علاقہ میں ایک شیخ تھے، مشہور شیخ تھے۔ بے شمار مریدین ان سے تربیت فرمارہے تھے۔ جو اپنا بیٹا تھا، وہ فسق و فجور میں پڑا ہوا تھا، گناہوں میں پڑا ہوا تھا۔ تو یہ صاحبزادہ اس قسم کے تھے کہ والد صاحب سے فائدہ حاصل نہیں کر سکے۔ والد صاحب فوت ہوگئے۔ اب یہ اسی طرح شراب کباب میں، گناہوں پڑا ہوا تھا، تو فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن نام کا ایک بندہ آیا، ان کے والد سے ملنے کے لیے۔ ان کو پتہ نہ تھا کہ یہ بزرگ انتقال کر گئے ہیں۔ وہ دور سے سفر کر کے آیا۔ جب بازار سے گزرنے لگا تو کہا، کہ اپنے شیخ کے پاس جا رہا ہوں، کوئی تحفہ لے جاؤں، کوئی ھدیہ لے لوں۔ تو اس نے بازار سے کچھ پھل لے لیے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ یہ جو صاحبزادہ صاحب تھے، اسی وقت انہوں نے اپنے نوکر کو بھیجا۔ اس کا

نام بھی عبدالرحمٰن تھا اور بھیجا بھی پھل لینے کے لئے تھا۔

اتفاق ایسا ہوا کہ صاحبزادہ صاحب جو پھل لینے کے لیے گیا ہوا تھا اور اسی اثناء میں یہ جو مرید ہے ان کا نام بھی عبدالرحمٰن ہے، دروازہ کھٹکھٹا دیا۔ پھل لے کے بازار سے آ گیا اور اندر سے صاحبزادہ صاحب یہ سمجھے کہ میرا نوکر آیا ہے، تو انہوں نے اندر سے آواز لگائی کہ کون عبدالرحمٰن ہو؟

یہ دل میں بڑا ہی معتقد ہوا کہ پہنچی ہوئی سرکار ہے، میرا نام بھی ان کو پتہ چل گیا ہے۔ میں نے دروازہ کھٹکھایا اور نام میرا بوجھ لیا۔ عوام کا تو اس طرح اعتقاد ہوتا ہے۔ وہ تو اصل مقصود کو دیکھتے ہی نہیں ہیں۔ کشف و کرامات میں پڑے رہتے ہیں۔ اصل مقصد تو شریعت ہے۔ شریعت پر چلنا ہے۔ گناہوں کو چھڑوانا ہے۔ ابھی یہ ہو ہی رہا تھا کہ اس نے ہلکی سی آواز میں کہا کہ جی۔ صاحبزادہ صاحب، آواز نہیں پہچان سکے، انہوں نے سمجھا کہ نوکر عبدالرحمٰن آیا ہے، پھل لینے کے لیے جو بھیجا تھا، تو انہوں نے کہا کہ پھل جو لائے ہو، وہ اندر رکھ دو۔

یہ تو اور ہی زیادہ معتقد ہوگیا کہ یہ تو یہ بھی بوجھ گئے۔ پھل بھی لایا ہوں۔ بہر حال حیران ہوگئے۔ جب وہ اندر آئے تو کہا کہ کس لیے آئے ہو؟ کہا، کہ میں تو اللہ کا نام سیکھنے کے لیے آیا ہوں۔ کہا، کہ فلاں، فلاں جگہ سے سنا تھا میں تو اتنی دور سے سفر کر کے آیا ہوں کہ آپ مجھے اللہ کا نام سکھلا دیں ا۔ للہ کا ذکر کیسے کرتے ہیں۔ اللہ کی محبت دل میں کیسے آتی ہے۔ اس نے کہا، اچھا! اللہ کا نام سیکھنے کے لیے آئے ہو۔ تو فلاں جگہ میرا باغ ہے۔ جاؤ، اس کی گوڈی کرنا شروع کر دو۔ اس کو تو گوڈی میں لگا دیا۔ ظاہر بات ہے، خود تو فسق و فجور میں پڑا ہوا تھا ، اس کو کیا پتہ کہ کیسے اللہ کا نام سکھلانا ہے۔ کیسے اللہ کے قریب کرنا ہے۔

وہ بیچارا اپنی طلب میں سچا تھا طلب صادق لے کے آیا ہوا تھا تو اسی طرح گوڈی

میں لگا رہا۔نماز پڑھتا، کھانا کھاتا، باغ کو سنبھالے رکھتا حتیٰ سالہا سال گزر گئے۔ پلٹ کر پوچھا نہیں شیخ سے۔اپنے آپ کو بالکل ہی مار دیا۔اب اتفاق کیا ہوا؟ اللہ تو دیکھ رہا ہے۔اللہ تو سب کچھ دیکھ رہا ہے کہ کون طلب صادق لے کے آیا ہے،تو اس دور کے جو مشائخ تھے،قطب تھے ان کا انتقال ہو گیا، جو باقی قطب تھے انہوں نے مشورہ کیا کہ بھائی اب قطب کے عہدے پر کس کو رکھا جائے۔ جو قطب ہے یہ لفظ قرآن میں ذکر نہیں ہے،حدیث میں ضرور ذکر ہے۔ چنانچہ امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جو احادیث ہے، یہ سنداً بھی صحیح ہے۔ کیونکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسن احادیث کے اوپر ایک پورا رسالہ لکھا۔اس میں صراحتاً تذکرہ ہے کہ جس وقت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلیں گے شام کے جو قطب ہیں، ابدال ہیں، انکے ہاتھ پر آ کے بیعت کریں گے۔ یہ بیعتِ جہاد ہو گی جو امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پہ ہو گی۔ قطب اصل میں کیا ہوتا ہے؟ بس یوں سمجھیں کہ یہ اولیا کی قسمیں ہیں۔اللہ کے نیک بندوں کی قسمیں ہیں تو بہر حال! اس قوم کے جو ولی تھے،اولیا تھے انہوں نے مشورہ کیا کہ بھائی کس کو نسبت منتقل کریں۔اب انہوں نے مراقبہ شروع کیا،اب جو مراقبہ کیا تو ان کو مراقبہ میں یہ مالی نظر آیا۔ پھر مراقبہ کیا، پھر یہ مالی نظر آیا ا۔للہ سے ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہا کہ اے اللہ! ہمارے جو بڑے تھے، بندے تھے،مقرب بندے تھے، وہ تو فوت ہو گے ہیں۔اے اللہ! ہم سب مل کر تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ مالی جو ہم سب کو مراقبہ میں نظر آ رہا ہے تو اس مالی کو مقام ولایت پر فائز کر دے۔اللہ نے اس کو ولی بنا دیا۔کیسے بنایا دیا قرآن میں اللہ فرماتا ہے۔

﴿اَللّٰهُ يَجْتَبِيٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾ اللہ تک آنے کے دو راستے ہیں

(۱) ایک یہ کہ ﴿اَللّٰهُ يَجْتَبِيٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ اللہ خود ہاتھ پکڑ کے کھینچ لے خود چن

21

لے ﴿يَجْتَبِيٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ جس کو چاہے خود چن لے ﴿وَيَهْدِيٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾

(۲) دوسرا راستہ کیا ہے کہ آپ اللہ کی طرف بڑھنے کا راستہ تلاش کریں۔ایک وہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف جانے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے اور ایک وہ ہوتا ہے کہ جس پر اللہ کی نظر کرم پڑتی ہے، اللہ راتوں رات ڈاکو کو ولی بنا دیتا ہے۔ یہ فضل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ ڈاکہ ڈالنے گئے تھے۔اللہ کی نظر کرم پڑی۔ ولایت میں چلے گئے۔ایک رات میں توبہ تائب ہو گئے۔کہ اللہ کو کیا ادا پسند آئی یہ ہے اللہ کی شان اجتبا۔﴿يَجْتَبِيٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ یہ ہے اللہ کو جسکی نیکی پسند آ جائے اس کو اللہ چن لیتا ہے اللہ قریب کر لیتا ہے لمحوں میں فاصلہ طے ہو جاتا ہے۔ بادشاہ ہے اللہ۔ راتوں رات مالی کو ولی بنا دیا۔ یہ سارے ولی اکھٹے ہوئے۔اللہ سے دعا کی۔اللہ نے دعا قبول کر لی۔اب وہ تو بن گیا ولی۔اللہ کی محبت شدید آ گئی دل میں۔اب وہ اپنے صاحب زادہ صاحب کے پاس گیا اور مراقبہ کیا کہ جس شیخ کو وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ مجھے میرے شیخ کی وجہ سے ولایت ملی ہے۔مراقبہ کیا تو شیخ تو نظر نہ آیا، پھر مراقبہ کیا۔ پھر نظر نہ آیا ا۔ب صاحزادے کے پاس چلا گیا کہ میں تو اس طرح سے مراقبہ کرتا ہوں مجھے تو آپ کا مقام نظر نہیں آتا۔آپ کا مقام تو بہت اونچا ہے۔ میرے ساتھ تو یہ معاملہ ہوا۔ راتوں رات اللہ نے میرا سینہ کھول دیا۔ میری کیفیت، حالات سب بدل گئے۔تو یہ سارا آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔ صاحزادہ نے یہ بات جب سنی تو تو وہ زار و قطار رونے لگ پڑا کہا کہ میں فسق فجور میں ڈوبا ہوا گناہ گار آدمی ہوں۔تمہاری طلب سچی تھی تمہیں تمہاری طلب کے مطابق اللہ نے نواز دیا اور میری طلب چونکہ سچی نہ تھی تو میں نے اپنے والد کے

پاس بھی رہ کر محروم رہ گیا۔تو جس اللہ تمہیں نواز دیا تم میرے لیے دعا کرو اس کو رونا آ گیا اس نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اے اللہ! تو نے مجھے جس کے ساتھ تعلق رکھنے کی وجہ سے نوازا ہے، اس کو بھی نواز دے۔ چنانچہ شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس راستے میں شیخ کا کامل ہونا تو ہے ہی ہے لیکن اصل طلب مرید کی ہوتی ہے کہ مرید ارادہ کیا کرتا ہے۔

ابھی حضرت آئے ہوئے تھے جھنگ میں، اللہ نے ملاقات کا موقع دیا تو میں نے حضرت سے مختلف معاملات پوچھے۔تو ان میں سے ایک سوال میں نے حضرت سے کہا کہ ایک ساتھی ہے، میں اس کے بارے میں دعا کرتا کرتا تھک گیا ہوں ذکر بھی دیا ہے، دعا بھی کر رہا ہوں، اس کو اپنے پاس بٹھا کے ذکر بھی کر رہا ہوں، لیکن اس سے ایک گناہ وہ نہیں چھوٹ رہا۔ مجھے بتائیں میں کیا کروں؟ یہ کام شیخ کا ہوتا ہے کہ شیخ نے دعا کرنی ہوتی ہے حضرت نے مجھے ایک بات کہی کہ تم جو مرضی کرلو اس سے وہ گناہ نہیں چھوٹے گا۔ میں نے کہا کہ حضرت وہ کیوں؟ کہا کہ جب تک وہ خود ارادہ نہیں کرے گا۔ گناہ چھوڑنے کا تم نے تو راستہ دکھلانا ہے۔ جب وہ خود ہی گناہ چھوڑنے کا ارادہ نہیں کرے گا تم نے تو انگلی پڑ کر چلانے کی کوشش کرنی ہے۔ وہ چلنے کے لیے تیار ہی نہیں ہے تو تم کیا کرو گے؟ اس راستے میں اصل طلب مرید کی ہے۔ مرید جب تک ارادہ نہ کرتو شیخ نے کیا کرنا ہے شیخ نے تو صرف راستہ دکھلانا ہے اللہ سے دعا ہے اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین۔

22

تعارف مولف

نام	: مفتی حماد فضل
پیدائش	: یکم اپریل1982
عصری تعلیم	:
میٹرک (سائنس گروپ)	: گریژن اکیڈمی
ایف ایس سی (پری انجینئرنگ)	: پی اے ایف کالج
بی۔اے	: پنجاب یونیورسٹی
ایم۔اے	: پنجاب یونیورسٹی
ایم ایس اسلامک بینکنگ	: یو۔ایم۔ٹی
پی۔ایچ۔ڈی (اسلامک بینکنگ)	: زیر تکمیل
دینی تعلیم	:
فاضل درس نظامی	: جامعہ مدنیہ جدید
تمرین افتاء	: حضرت مولانا مفتی محمد زکریا صاحب، مفتی جامعہ اشرفیہ، لاہور
مناصب	: مہتمم جامعہ طٰہٰ ﷺ

نائب مفتی : دارالافتاء جامعہ طٰہٰ

پرنسپل : آس اکیڈمی شعبہ ھلپ

چیئر مین : دارالنور فاؤنڈیشن

: حلال فوڈ شریعہ آڈیٹر

اجازت وخلافت : حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم

اعزازی اجازت درسلاسل اربعہ از دیگر :

:

:

:

تالیفات :

1- میرا تذکرہ قرآن میں (زیرتکمیل)

2- خلاصہ تفسیر......(زیرطبع)

3- الاعلام فی الاحادیث المشھورہ علی الالسنہ (جلداوّل)......(زیرطبع)

4- فتاویٰ حمادیہ (زیرتدوین)

5- تفہیم القدوری (زیرتکمیل)

6- مفید الطالبین شرح زادالطالبین (زیرتکمیل)

7- Risk in Salam

8- منۃ المنان عربی شرح نورالانوار۔(زیرتکمیل)

9- وردۃ الازھار اردو شرح نورالانوار۔(زیرتکمیل)

10- علامات قیامت اور امام مہدی کا ظہور ......مطبوعہ

11- روح کی حقیقت......مطبوعہ

12- محبت ایک امانت ہے......مطبوعہ

13- بیعت کی شرعی حیثیت......مطبوعہ

14- مصباح النحو......(زیرطبع)

15- مصباح الصرف......(زیرطبع)

16- تمارین مصباح النحو......(زیرطبع)

17- تمارین مصباح الصرف......(زیرطبع)

18- صراط مستقیم پر اعتراضات کا جائزہ ......مطبوعہ

ویب سائیٹس : askmuftihammad.com

jamiataha.com

مجالس : ہر اتوار کو اصلاحی مجلس بیان بعد از عشاء

ہر ہفتے اور اتوار کو درس قرآن

"میرا تذکرہ قرآن میں"

واٹس ایپ پر تفسیر بیانات، فتاویٰ گروپ میں ایڈ ہونے کے لئے:

0304 :41 55 140

0322 :84 84 434

برائے خواتین گروپس: 0302 :84 84 434

میرا تذکرہ قرآن میں

قرآن مجید کی تفسیر ایک بالکل منفرد انداز میں

خصوصیات تفسیر

۱۔ ترجمہ سکھانے کا خاص اہتمام

۲۔ عصر حاضر پر انطباق

۳۔ ہر آیت سے نکلنے والے نکات کا بیان

۴۔ ان نکات کی روشنی میں، اپنے تذکرہ کی تلاش۔

۵۔ ایک ایسی تفسیر، جس کا تعلق آپ سے ہے

آن لائن سننے کے لئے وزٹ کریں jamiataha.com

سورہ بنی اسرائیل اور سورہ فاتحہ کی تفسیر ان شاء اللہ مئی ۲۰۱۸ میں چھپ کر آ رہی ہے۔

نیز **خلاصہ تفسیر** قرآن بھی ان شاء اللہ مئی ۲۰۱۸ میں چھپ کر آ رہا ہے۔

منگوانے کے لئے رابطہ نمبر:...... 03025292421، 3044155140

03025292421، 03044155140

مفتی صاحب کی اصلاحی مجالس

ہر اتوار کو جامعہ طہٰ والٹن لاہور میں بعد از عشاء ہوتی ہے۔ ہفتہ وار اصلاحی بیان
اور تفسیر ''میرا تذکرہ قرآن میں'' سننے کے لئے وزٹ کریں

jamiataha.com

آن لائن فتوی کے لئے

askmuftihammad.com

فیس بک پر ہمارا پیج لائک کیجیے۔

web.facebook.com/mufti Hammad fazal

دارالنورفاونڈیشن (رجسٹرڈ)

دارالنورفاونڈیشن کے شعبہ جات

ا۔ النورایجوکیشنل کمپلکس کاہنہ آتو آصل لاہور مین زیرِتعمیر ہے۔جس کے تحت تقریباسولہ کنال زمین لی گئی ہے۔جس پر مسجد النور۔سکول۔کالج،ہاسٹل یتیم خانہ اور جامعہ کی نئی بلڈنگ تعمیر کی جانی ہے۔دس کنال زمین کی رقم دی جاچکی ہے اور بقیہ چھ کنال کی رقم باقی ہے،نیز ابھی سب سے پہلے مسجد النور کی تعمیر شروع کی جانے لگی ہے۔اس پروجیکٹ کی کل لاگت پچاس کرُوڑ ہے۔اس رقم کوایک لاکھ یونٹس میں تقسیم کیا گیا ہے۔قیمت فی یونٹ پانچ ہزار ہے۔اایک یونٹ کوایک اینٹ کا نام دیا گیا ہے۔اپنی اینٹ اس کمپلکس کے لئے ڈالئے۔اورصدقہ جاریہ بنائیے۔

۲۔ جامعہ طہ ﷺ (والٹن کیمپس)

۳۔ معمارِ پاکستان سکول

۴۔ دارالنور پبلیکیشن

رابطےاورتفصیلات کے لئے 03044155140